www.KitaboSunnat.com

انسائیکلو پیڈیا آف قرآن

ترجمان القرآن بلطائف البیان

از: نواب صدیق حسن خانؒ

پروفیسر عبدالحفیظ چوہدری

پروفیسر حافظ محمد اسرائیل فاروقی - پروفیسر محمد ظفر اقبال

سورۃ الفاتحہ

نام:

حدیث ابوہریرہؓ میں آیا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" اُمّ القرآن، ام الکتاب، سبع مثانی اور قرآنِ عظیم ہے۔[۱] اس کو فاتحہ اس لئے کہتے ہیں کہ کتابت میں ترتیب کے اعتبار سے قرآن میں سب سے پہلے یہی سورت آتی ہے نماز کی قرأت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس سورۃ کو "سورۃ حمد" بھی کہتے ہیں۔ ایک نام "صلوٰۃ" بھی ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے:

قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ۔	"میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز (سورۃ فاتحہ) کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔"

اِس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد یہی سورۃ مبارک ہے، اس لئے کہ یہ سورۃ نماز کی شرط ہے۔ اس کی تلاوت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس کا ایک نام "شفاء" بھی ہے۔ حدیث ابی سعید میں مرفوعاً اور تقریباً اسی طرح دارمی میں بھی آیا ہے۔ "فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفاء ہے"۔

[۱] رواہ الترمذی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت میں اس کو "مُرقیّۃ" فرمایا ہے۔ ایک شخص نے ایک سانپ کے کاٹے ہوئے پر اس کو پڑھا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ "رقیہ" (زہر کا علاج) ہے؟

ابنِ عباسؓ اس کو "اساس القرآن" کہا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو "اساس الفاتحہ" بتلاتے تھے۔

یہ سورۃ مکۃ المکرمہ میں اتری۔ بعض صحابہؓ نے فرمایا کہ یہ سورۃ دو بار نازل ہوئی۔ ایک بار مکۃ المکرمہ میں اور دوسری بار مدینہ منورہ میں۔ بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ آدھی مکہ میں نازل اور آدھی مدینہ میں نازل ہوئی۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اسی قول کو بغویؒ اور بیضاویؒ نے صحیح قرار دیا۔ سب سورتوں کے نام اور سب سورتوں اور آیتوں کی ترتیب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے جس طرح آج کل قرآن مجید میں ہے۔

"سورۃ" قرآن مجید کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ کبھی کسی سورۃ کا ایک ہی نام ہوتا ہے اور کبھی اس کے کئی نام ہوتے ہیں۔ جیسے سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے مصحف میں سورتوں کے نام نہیں لکھے تھے۔ یہ ایجاد حجاج نے کی ہے۔ سورۃ فاتحہ میں پچیس کلمے اور ایک سو تیرہ حروف ہیں۔

فضائل:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسعیدؓ بن معلّٰی سے فرمایا کہ میں تجھے مسجد سے باہر جانے سے پہلے پہلے قرآن کی ایک بہت بڑی سورۃ سکھاؤں گا۔ پھر آپؐ نے انہیں سورۂ فاتحہ سکھائی اور فرمایا:

"یہی وہ سبع المثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے"[1]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا، کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ایک ایسی سورۃ سکھاؤں جو نہ تورات وانجیل میں ہے نہ زبور وفرقان میں۔ پھر فرمایا وہ یہی سورہ فاتحہ ہے[2] ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حدیث عبداللہ بن جابرؓ میں اسے بڑی خیر والی سورۃ قرار دیا ہے[3]

[1] بخاری۔ احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی [2] احمد، نسائی [3] احمد۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ یوں تو سارا ہی اللہ کا کلام فضیلت والا ہے بلکہ "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ" ہے۔ لیکن اکثر علماء نے یہی کہا ہے کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص و ناتمام رہی۔ کسی نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا تم اپنے جی میں پڑھو۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

"اللہ عزوجل کہتا ہے میں نے سورۃ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو نصف نصف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے"

میرے بندے کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ جب اس نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" اللہ نے فرمایا، میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب کہا، "الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اللہ نے فرمایا، میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب کہا، "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" فرمایا، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ اور کبھی یوں فرمایا، میرے بندے نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا۔ جب کہا، "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" فرمایا، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان "عہد" ہے، اور بندے کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ جب کہا، "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" فرمایا، یہ میرے بندے کے لئے ہے اور بندے کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے مانگا[1]

ترمذیؒ نے اسے صحیح ٹھہرایا ہے۔ اور نسائیؒ کے الفاظ یوں ہیں "آدھی سورۃ میرے لئے اور آدھی میرے بندے کے لئے" اور بندے کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ ابوزرعہؒ نے اس روایت کو صحیح کہا۔ امام احمدؒ اس کے راوی ہیں۔

حدیث ابی سعیدؓ میں سعید بن منصورؒ اور بیہقیؒ کے ہاں اس سورۃ کو ہر بیماری کے لیے شفاء کہا ہے۔ حدیث ابن عمرؓ میں دارمیؒ اور بیہقیؒ کے ہاں ہر بیماری کی دوا فرمایا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیلؑ تشریف رکھتے تھے کہ اچانک اوپر سے ایک آواز سنائی دی۔ جبرائیلؑ نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر کہا، کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج تک پہلے کبھی نہ کھلا تھا۔ اس دروازے سے ایک

---

[1] مسلم، نسائی، ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتہ نازل ہوا، اُس نے کہا آپؐ کو اِن دو نوروں کی بشارت ہو جو صرف آپؐ کو دیئے گئے اور اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک "فاتحۃ الکتاب" دوسرا "خواتیم سورۃ البقرۃ" (آخری آیات) ان کا جو حرف بھی آپ پڑھیں گے تو وہ نور آپؐ کو عطا کیا جائے گا[1]

مسائل :

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا کچھ متعین ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جو آدمی قرآن مجید سے جس جگہ سے بھی کچھ پڑھے گا تو نماز ہو جاتی ہے۔ باقی تین آئمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک اس سورۃ کا پڑھنا لازمی ہے۔ اور اس کی تلاوت کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ حدیث عبادہ بن الصامتؓ میں مرفوعاً آیا ہے :

"اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے فاتحہ نہ پڑھی[2]"

حضرت ابوہریرہؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"جس نماز میں "ام القرآن" نہ پڑھی گئی ہو وہ نماز مکمل نہیں ہوتی"

اِس کو ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہے۔

ابن کثیرؒ کہتے ہیں "اس باب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں"۔ یہی مذہب ظاہر سنت کے عین موافق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی سورۃ فاتحہ پڑھے ورنہ اس کی نماز بھی ادا نہ ہوگی۔ اِس مسئلہ میں اگرچہ دو تین قول ہیں مگر صحیح قول یہی ہے کہ مقتدی پر بھی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اس قول کی دلیلیں بہت صحیح اور صاف ہیں۔ جو لوگ واجب نہیں سمجھتے اُن کی دلیلیں قوی اور غالب نہیں بلکہ ضعیف اور خفیف ہیں۔

اِستعاذہ :

جمہور علماء کے نزدیک قرأت (تلاوت) سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا سنت ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا :

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ "اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو"

[1] مسلم، نسائی [2] بخاری، مسلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اقرار میں بندے کی طرف سے اس کے ضعف اور عجز کا اقرار ہے اور اللہ تعالیٰ کے تکالیف کو دور کرنے پر قدرت کا اظہار بھی ہے۔

ابن کثیرؒ نے کہا ہے "استعاذہ کے لطائف میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کے ذریعے سے منہ پاک ہو جاتا ہے جو لغو اور رفث منہ سے نکلتا ہے اس سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ مطلق استعاذہ کا حکم قرآن مجید میں صرف تین جگہوں پر آیا ہے:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ (الأعراف : ۲۰۰)	"اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ سے پناہ مانگو، بیشک وہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"
قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ٥ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ٥ (المؤمنون ، ۹۷، ۹۸)	"اور کہو کہ اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے پروردگار اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔"

تیسری جگہ بجائے اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ کے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فرمایا۔ اس معنی میں کوئی چوتھی آیت نہیں آئی۔ اس اختلاف میں کہ استعاذے کے لئے کونسا لفظ پسندیدہ ہے کچھ فائدہ نہیں۔ جو لفظ قرآن پاک اور حدیث میں آچکا ہے کفایت کرتا ہے۔

ابو سعیدؓ کہتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لئے اٹھتے تو فرماتے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ"

اہل سنن نے اس کو روایت کیا ہے۔ اُبی بن کعبؓ کی روایت میں یوں آیا ہے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ"

دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ"

ایک اثر ضعیف ومنقطع میں ابن عباسؓ سے اَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کے الفاظ آئے ہیں۔

غرض جس لفظ سے کوئی اَعُوْذُ کہے گا کفایت کرتا ہے، خواہ اونچی آواز سے یا چپکے پڑھے۔

شیطان:

شیطان اسے کہتے ہیں جس کی طبیعت بشری طبیعت سے دور ہو، اپنے فسق و فجور کے سبب ہر نیکی سے بے نیاز ہو۔ پھر ہر متمرد سرکش کو خواہ وہ جن ہو یا انسان یا کوئی حیوان "شیطان" کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط

(الانعام: ۱۱۲)

"اور اسی طرح ہم نے شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا، وہ دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔"

معلوم ہوا، شیطانوں کا کام یہ ہے کہ فریب دینے کے لئے جھوٹی باتیں گھڑ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔

مسند احمدؒ میں ابوذرؓ سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابوذرؓ! تو جن و انس کے شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگ۔" انھوں نے عرض کیا کہ کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں۔"

مسلم شریف میں ابوذرؓ سے دوسری روایت ہے جس میں کالے کتے کو شیطان فرمایا ہے۔ "رَجِیْم" کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو اپنی وسوسہ اندازی سے "رجم" کرتا ہے۔ فاسد خیالات کے جال میں پھانستا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ خود خیر سے مطرود، مردود اور مرجوم ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔

(الملک۔ ۵)

"اور اس کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا۔"

(جاری ہے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ